برطانوی سینئر صحافی ملک ریاض کی پریس کانفرنس کے منتظر ہیں

تحریر: سہیل احمد لون

مادر جمہوریت برطانیہ کے دارلحکومت لندن میں بی۔بی۔سی اور سکائی نیوز جیسے عالمی شہرت یافتہ نشریاتی ادارے ہیں۔اگر ہم ان نیوز چینلز کا موازنہ پاکستان کے سرکاری یا نجی نیوز چینلز سے کریں تو ایک چیز جس میں گوروں کو ہم نے مات دی ہے وہ پریس کانفرنس ہے۔لندن میں تقریباً دنیا کی تمام قومیں آباد ہیں اور تمام قوموں کی نمائیندگی کے لیے ان کا اپنا میڈیا بھی فعال اور متحرک ہوتا ہے لیکن کوئی بھی پریس کانفرنس میں ہم سے زیادہ خود کفیل نہیں۔ہمارے سیاسی اکابرین سرکاری دورے پر ہوں یا نجی،علاج کے لیے ہسپتال آئے ہوں یا کسی دوسرے ملک جاتے ہوئے کچھ دیر کے لیے لندن رکے ہوں،وہ اپنی آمد کی تشہیر کروانا لازمی سمجھتے ہیں۔اب نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ فلائٹ میں بھی پریس ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور ٹیک آف سے پہلے اور لینڈنگ کے بعد پریس کانفرنس جہاز سے براہ راست بھی نشر ہو چکی ہے۔بعض اوقات تو ہمارے میڈیا کو ایک وقت میں ایک ہی شہر سے تین تین پریس کانفرنس لائیو آن ایئر کرنا پڑ جاتی ہیں۔پریس کانفرنس بھی اب ایک (Status symbol) بن گیا ہے۔جس کے پاس جتنی دولت،شہرت اور طاقت ہوگی وہ کم سے کم وقت میں صحافی برادری کو ایسا اکٹھا کر سکتا ہے جیسے پاک فضائیہ کے الرٹ ڈیوٹی پائلٹ ایک سائرن بجنے پر چند لمحوں میں جہاز کے کاک پٹ میں ہوتے ہیں۔رحمان ملک کی لندن میں پریس کانفرنس ابھی پرانی نہیں ہوئی تھی کہ اتوار کو ایسی ہی ایک سیٹی لندن میں بجائی گئی،صحافی برادری اپنے تمام ''ہتھیاروں'' سمیت مذکورہ وقت پر بمبئی پیلس پہنچ گئی۔کیونکہ سیٹی جس کے کہنے پر ماری گئی تھی وہ کوئی عام سیاست دان نہیں تھا بلکہ پاکستان کا معروف پراپرٹی ٹائی کون ملک ریاض بحریہ ٹاؤن والے تھے۔وہ گزشتہ برس ماہ رمضان میں بھی ہاؤس آف کامنز میں پریس کانفرنس کرنے آئے تھے۔اس پریس کانفرنس میں ملک ریاض سے برطانیہ میں چندہ گردی کرنے والی چند تنظیموں کا تعارف کروایا گیا اور ملک صاحب سے شفقت کا ہاتھ پھیرنے کی اپیل کی گئی۔ملک صاحب میں خاص بات یہ ہے کہ وہ چندہ اکٹھا کر کے فلاحی کاموں پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنی ''جیب'' سے پیسہ لگاتے ہیں۔ملک ریاض نے ہاؤس آف کامنز کی پریس کانفرنس کے دوران اپنی ترقی کا راز یہ بتایا تھا کہ وہ یہ سوچ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں کہ اگر وہ ایک لگائیں گے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے وہ ستر گنا دے گا مگر ان پر اللہ تعالی کی کرم نوازی کا عالم یہ ہے کہ ان کو ایک کے بدلے سات ہزار گنا ملتا ہے۔بمبئی پیلس لندن پریس کانفرنس میں ملک ریاض نے فرمایا ''پاکستان کا امیر طبقہ سب سے بڑا مافیا ہے جو پاکستان کی ترقی میں اصل رکاوٹ ہے۔یہاں قبضہ مافیا کا راج ہے جس کی پیچھے سیاسی رہنماؤں کا ہاتھ ہے''۔اُن کی ہنگامی پریس کانفرنس میں کوئی بڑی بریکنگ نیوز نہیں تھی کیونکہ انہوں نے مستقبل میں جو پراجیکٹ بنانے کا اعلان کیا اس سے کہیں بڑے پراجیکٹ وہ پہلے ہی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔انہوں نے برطانیہ میں پاکستانی طالب علموں کے مسائل اور انکے حل کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے کا وعدہ کیا۔جب ماحول ایسا بن گیا کہ دریا دل ملک ریاض ہر سوال کا جواب کسی اعلان کی صورت میں کر رہے تھے تو لوہا گرم دیکھ کر صحافی برادری کے ایک ''شیخ صاحب'' نے بھی سوالی بن کر التجا کر دی۔شیخ صاحب نے ملک ریاض سے برطانیہ میں مقیم

صحافی برادری کے لیے نظر عنایت کرنے کی التجا کی۔اس وقت پریس کانفرنس کسی سخی بادشاہ کے دربار کا منظر پیش کر رہی تھی جس میں درباری بادشاہ کے منہ سے بخشش کا اعلان سننے کے لیے باادب کھڑے ہوتے ہیں۔ملک ریاض نے برطانیہ میں مقیم پاکستانی صحافی برادری کے لیے اسلام آباد میں پچاس پلاٹس کا اعلان کر دیا، ملک ریاض صاحب کو شاید یہاں کے دیسی صحافیوں کی تعداد کا اندازہ نہ ہوا اس لیے انہوں نے مزید اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد ہر برس دس پلاٹس کی قرعہ اندازی کی جائے گی تا کہ اس کارخیر میں کسی صحافی کی جھولی خالی نہ رہے۔صحافیوں، کھلاڑیوں، فوجیوں، فنکاروں اور قلم کے مزدوروں کو ان کی خدمات کے اعتراف میں انعامات، خطاب اور پلاٹس سے نوازہ جاتا رہا ہے۔انعام اور بخشش میں فرق یہ ہے کہ انعام بغیر مانگے ملتا ہے جبکہ بخشش لینے کے لیے التجا کی جاتی ہے یا للچائی ہوئی نظروں سے بھی بغیر الفاظ کے مانگا جا سکتا ہے۔کیا برطانیہ میں کام کرنے والی صحافی برداری کو واقعی پاکستان میں پلاٹس کی اتنی اشد ضرورت ہے کہ ملک ریاض کے سامنے جھولی پھیلا کر کھڑے ہو گئے ہیں؟Need or Greed میں فرق سوچ کا ہے۔یہاں پر کام کرنے والے صحافیوں کا شمار بلاشبہ پاکستان میں بسنے والے ان غریبوں، مسکینوں اور ناداروں میں نہیں ہوتا جن کو نہ تو دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی سر چھپانے کے لیے مناسب چھت۔جو صحافی جھولی پھیلا کر پلاٹس مانگ سکتے ہیں تو کیا وہ پیسے کی خاطر قلم کا سودا نہیں کر سکتے ؟صحافت ایک مقدس پیشہ ہے جس کا کام لوگوں کو انفارمیشن، ایجوکیشن، انٹرٹینمنٹ دینا اور ساتھ حق و باطل میں فرق ظاہر کرنا ہوتا ہے۔مگر بدقسمتی سے میڈیا میں بھی پیشہ وارانہ بددیانتی (Professional dishonsety) کرنے والوں کی تعداد کی شرح وہی ہے جو سرکاری اداروں میں پائی جاتی ہے۔جیسے 62,63 کا مکمل انعقاد کیا جائے تو شاید پارلیمنٹ ہاؤس میں درجن سے زائد وزیر نہ رہیں۔اسی طرح اگر برطانیہ میں پاکستانی صحافیوں کی ڈگری چیک کر لی جائے تو ملک ریاض صاحب کے پچاس پلاٹس بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔

یہاں صحافی کم اور ''سینئر صحافی'' زیادہ ہیں۔ان ''سینئر صحافیوں'' کو دیکھ کر لیری کنگ، Jeremy Paxman، Günther Jauch کے لیے کیا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے؟

پچاس پلاٹس کی منصفانہ تقسیم کے لیے کمیٹی تشکیل دی جا رہی ہے۔جیسے پچاس پلاٹس کی بریکنگ نیوز نہیں بنی اسی طرح پلاٹس کی تقسیم میں پیدا ہونے والے شدید اختلافات بھی منظر عام پر نہیں لائے جائیں گے۔آخر Media ethics بھی کوئی چیز ہے۔ہمارے بہت سے ''سینئر صحافی'' پہلے بھی پلاٹس ڈکار چکے ہیں مگر کبھی بات خبر کا حصہ نہ بن سکی۔میڈیا ٹرائل کرنا بہت آسان ہے، دوسروں کا احتساب کرنے میں بھی مزہ آتا ہے۔اپنا احتساب کرنا ہوتا تو میڈیا پرسن ہی بنتے......ملک ریاض کی اگلی پریس کانفرنس لندن میں کب ہو گی اس کا ''سینئر صحافیوں'' کو شدت سے انتظار رہے گا کہ اب یہی اُن کی روشن صحافت کا آخری درخشاں ستارہ ہے۔اس پریس کانفرنس میں ایک بات بہر حال خوشی کی تھی کہ مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر اُس دن بہت فخر ہوا کہ ہم منافق نہیں ہیں۔ہم پاکستانیت سے کبھی بھی دستبردار نہیں ہوتے وہ پاکستان ہو یا برطانیہ۔کشکول ہاتھ میں لیے پلاٹ کی بھیک مانگنے والے پاکستانی 'صحافی' پاکستان میں ہوں یا برطانیہ میں اس سے اُنہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ڈاکو کے ہاتھ میں بندوق اور یہاں صحافیوں کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں کشکول ہوتی ہے۔یا تو خدا کے نام پر کچھ دے جا ورنہ میں سچ لکھنے کیلئے تیار بیٹھا ہوا۔ملک ریاض ابھی پریس کانفرنس ہال سے باہر بھی نہیں نکلے تھے کہ بہت سے

لوگ اُن سے اگلی پریس کانفرنس کا پوچھتے پائے گئے۔ آخر بے شرمی کی بھی کوئی حد تو ہوتی ہوگی۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

27-01-2015.